تاریخ رحمانیہ بابت ۱۳۵۷ھ

(از نذیر احمد املوی رحمانی مدرس مدرسہ رحمانیہ وایڈیٹر رسالہ محدث دہلی)

رسالہ محدث کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہم دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے کوائف کی ترجمانی کرتے ہوئے، ہمیشہ اس کے ضروری اور قابل ذکر حالات وواقعات سے اپنے ناظرین کو مطلع کرتے رہتے ہیں اور پھر جب اسکا تعلیمی سال ختم ہوجاتا ہے تو اخیر میں انھیں حالات کو "تاریخ رحمانیہ" کے عنوان سے ہم اکٹھا کردیتے ہیں تاکہ اس علمی درسگاہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کے منتشر علمی وتفریحی تذکروں کو یکجا پاکر "قند مکرر" کا لطف حاصل کریں۔ اسلئے کہ ؎

هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

چنانچہ اس سال کے ضروری کوائف سے بھی ہم آپ کو مہینوں کی ترتیب سے مطلع کرنا چاہتے ہیں

ماہ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق دسمبر ۳۷ء وجنوری ۳۸ء

آغازِ تعلیم | تاریخ افتتاح کے اعتبار سے مدرسہ کا یہ اٹھارہواں سال ختم ہوا ہے۔ اس سال کا آغاز اور مدرسہ کی تعلیم کی ابتدائی مرتبہ ایک نئی شان کے ساتھ یوں ہوئی کہ ۱۴ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۳۷ء یوم شنبہ (ہفتہ) کو علی الصباح مدرسہ کے وسیع ہال میں ہر ہر مدرس کیلئے الگ الگ قالینیں اور دریاں بچھادی گئیں۔ استاد اور شاگرد دونوں کے سامنے (کتابیں رکھنے کیلئے) تپائیاں رکھدی گئیں۔ بجلی کے قمقمے روشن کردیئے گئے۔ کتابوں کے شروع ہونے کا جو پروگرام پہلے سے شائع کردیا گیا تھا، اس کے مطابق ہر جماعت کے لڑکے اپنی اپنی کتابوں کو لیکر تیار تھے۔ اطلاعی گھنٹہ بجتے ہی تمام اساتذہ اور طلبہ اس کمرے میں داخل ہوئے اور اپنی اپنی معینہ جگہوں پر بیٹھ گئے۔ ابھی درس نہیں شروع ہوا تھا کہ حضرت میانصاحب (آہ! جو اس محفل کی رونق، اور گلشن کی بہار تھے، لیکن آج مرحوم ہیں رَحِمَهُ اللهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ) مولانا محمد صاحب کی معیت میں نہایت متواضعانہ اور متشکرانہ انداز میں ہمارے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ اسوقت ان کے نورانی چہرے کی جگمگاہٹ اور غیر معمولی بشاشت، ان کے اس قلبی تأثر اور دلی مسرت کی پوری ترجمانی کررہی تھی، جو دین اور علم دین کی ٹھوس خدمت کے اس روح پرور نظارے سے ان کی رگ رگ میں دریا کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ہم محسوس کررہے تھے کہ دل کی گہرائیوں میں کوئی بے پناہ جذبہ ہے جو پیغام مسرت بنکر منہ سے نکلنا چاہتا ہے چنانچہ سب کے سب ہمہ تن گوش بنکر آپ کی طرف متوجہ ہوگئے۔

خطبۂ ناصحانہ | آپ نے اساتذہ اور طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بلیغ خطبہ دیا۔ جس میں علماء اور طلبہ دونوں کیلئے مفید ہدایتیں اور نصیحتیں ہیں۔ یہ مرحوم کا آخری خطبہ ہے جو طالبانِ علم دین کیلئے نصیحت وہدایت کا ایک بہترین مجموعہ ہونے کے علاوہ خود ان کے حقیقی جذبات کا بھی پورا ترجمان ہے۔ اسلئے ہم اسے پھر آپ کے سامنے دہرانا چاہتے ہیں۔ آپنے فرمایا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

؎ یعنی وہ مشک ہے اس کو جتنا ہی رگڑوگے اسکی خوشبو پھیلتی ہی جائیگی ۱۲

اما بعد: میں اپنے مدرسہ کے طلبہ کو مثل اپنی اولاد کے سمجھتا ہوں۔ میں ان کی علم دین کی مبارک طلب کا خیر مقدم کرتا ہوا انسے عرض پرداز ہوں کہ اس مدرسہ سے میری اصلی غرض توحید وسنت قرآن وحدیث کی اشاعت ہے۔ اسی اہم غرض کی تحصیل کیلئے میں اپنے کاروبار اور اشغال کو خیرباد کہہ کر آپ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میرے لئے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کی راحت ثابت ہوں گے آپ جس پاک علم کو حاصل کرنے کیلئے یہاں آئے ہیں اس کی تحصیل پوری جدوجہد سے کریں گے ساتھ ہی اس تعلیم کا بہترین نمونہ اپنے تئیں بنانے میں کوئی کمی نہ کریں گے۔ اپنے اخلاق وعادات کو سنتِ رسول ؐ کی پابندی کے رنگ میں رنگ دینگے اور مجھے کبھی شکایت کا موقع نہ دیں گے۔

نماز کی نگرانی اور اسے مسنون طریق پر ادا کرنا یہ آپ کا پہلا فریضہ ہے اذان سنتے ہی مسجد میں حاضر ہوجایا کریں آدابِ مسجد ہر وقت ملحوظ خاطر رہیں۔ نماز کی غیر حاضری مجھ پر بہت شاق گذرتی ہے اپنے اسباق کے وقت غیر حاضر نہ رہیں اپنے اساتذہ کے ادب اور ان کے احترام میں کبھی کسی طرح کی کمی نہ کریں آپس میں بھائی بھائی ہوکر رہیں کوئی جھگڑا فساد بدزبانی حسد وبغض کسی کو کسی سے نہ ہونا چاہئے۔ میں نے تمہارے لئے مطبخ کا مکمل انتظام کر رکھا ہے وہاں ادب کے ساتھ سنت کے مطابق کھانا بآرام کھاؤ وہاں کی اگر کوئی شکایت ہو تو مجھ سے بے دھڑک کہو بلکہ کسی قسم کی بھی کسی کو کسی سے شکایت ہو تو یہ عاجز دن بھر یہاں موجود رہتا ہے فوراً مجھ سے آکر کہو پھر انشاء اللہ شکایت باقی نہ رہے گی۔ مدرسے کے قاعدہ کو ہر وقت پیش نظر رکھو اور ان کی خلاف ورزی سے مجتنب رہو۔ اپنے اپنے کمروں کی، جسم کی، کپڑوں کی صفائی کا ہر وقت خیال رکھو۔ اپنے سبق کو سمجھ کر پڑھو جو چیز جبتک صحیح طور پر سمجھ نہ لو آگے نہ پڑھو۔ اپنا پورا وقت اسی کے یاد کرنے اور سمجھنے میں صرف کردو۔ غفلت میں اپنا وقت ہرگز نہ کھونا بری صحبتوں سے بچتے رہنا۔ فضولیات سے پرہیز کرنا۔ جو بات تمہیں تمہارے بھلے کی کہی جاوے اس پر عامل رہنا کوئی امر تمہیں اگر پیش آئے مجھ سے مشورہ کرلیا کرنا انشاء اللہ تم مجھے اپنا خیرخواہ دردمند اور ناصح پاؤگے میں تمہاری بہی خواہی اور ترقی میں ہمیشہ کوشاں رہونگا انشاء اللہ، تمہاری جسمانی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اپنے مدرسے میں ورزش کی بہترین صورت بھی مہیا کردی ہے تم بعد از فراغت تعلیم اسمیں شامل ہوکر اپنی طاقت بنائے رکھنے کی راہ اختیار کرسکتے ہو۔ میں نے تمہاری تندرستی کے پیش نظر ایک ڈاکٹر صاحب کا بھی انتظام اور تقرر کر رکھا ہے جو ہر شام کو مدرسے میں خود آتے ہیں۔ خدانخواستہ تم میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو تو ان سے کہکر اپنا علاج معالجہ مدرسہ کی طرف سے کرا سکتے ہو۔

میرے پیارے بچو! جہاں تم اپنا باطن تقوے سے سنوارو گے وہاں تم اپنا ظاہر بھی اتباع سنت میں رنگ لو۔ ڈاڑھی مونچھ شکل وصورت لباس۔ بول چال، کھانے پینے آنے جانے۔ بیٹھنے اٹھنے، سونے جاگنے غرض ہر کام کے طریقوں میں اتباع سنت کا نور چمکتا ہوا نظر آنا چاہئے۔ میں اپنے مدرسے کے اساتذہ اور مدرسین کرام سے بھی باادب عرض کرونگا کہ ان پردیسیوں کو مثل اپنی اولاد کے سمجھیں اور محبت وشفقت کے ساتھ ان سے پیش آئیں اور جو کچھ جناب باری نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو دے رکھا ہے آپ اس کا حصہ انھیں بھی پہنچائیں ساتھ ہی ساتھ ان کے اخلاق وعادات کی اصلاح بھی فرماتے رہیں آپ ہی میرے دست وبازو ہیں اور مدرسے کی نیکنامی کا مدار آپ ہی کی کوششوں پر ہے مجھے بفضل خدا آپ پر پورا اعتماد ہے

اور خدا کو سونپنے کے بعد میں اپنے مدرسے کے کل امور میں آپ کی مساعدت کا خواہاں ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی ان تھک دینی محنتوں کا نیک معاوضہ اور اجر جمیل عطا فرماوے۔ آمین۔

میں دوبارہ اپنے طالب علموں کو مرحبا کہتے ہوئے انھیں امید دلاتا ہوں کہ وہ انشاء اللہ یہاں اپنے گھر کی سی راحت پائیں گے اور مجھے اپنی ہر طرح کی خدمت میں منہمک دیکھیں گے تاوقتیکہ وہ علم کے حاصل کرنے میں اور اپنے اخلاق و عادات کو مطابق سنت درست کرنے میں اور مدرسے کے قواعد کا احترام کرنے میں پہلو تہی نہ کریں۔

آج مدرسے کے اٹھارہویں تعلیمی سال کا افتتاح ہے لو اب بسم اللہ کرو اور اپنے اسباق شروع کرو میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تم پر اپنے دین کی راہیں آسان کرے اور بھلائی کے ساتھ تمہیں تمہارے نیک اور اہم مقاصد میں جلد تر کامیاب فرمائے آمین

میں ہوں آپ سب کا خادم

عطاء الرحمٰن (مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

ذی الحجہ ۵۶ھ مطابق فروری ۳۸ء

جشن عید اضحیٰ جس شان کے ساتھ تعلیم کا آغاز ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ اسی شان کے ساتھ اس کا سلسلہ جاری رہا۔ طلبہ و مدرسین برابر اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ تا آنکہ خیر و خوبی کے ساتھ عید اضحیٰ کے دن آگئے۔ ابھی جاڑوں کی شدت کی وجہ سے لوگوں میں نئے نئے لحاف، اونی کمبل، روئی دار بنڈیاں وغیرہ تقسیم ہو چکی تھیں لیکن مرحوم مہتمم صاحب نے اپنی مشفقانہ عادت کے مطابق ایک مرتبہ پھر تمام لڑکوں کا جائزہ لیا، جن غریب طالب علموں کے پاس عیدی سامان نہیں تھا، اس کا بندوبست کیا۔ کسی کو ٹوپی دلوائی کسی کو جوتے پہنائے۔ کسی کیلئے جوڑے بنوائے۔ عشرۂ ذی الحجہ میں روزے رکھنے والوں کیلئے باقاعدہ سحری اور افطار کا انتظام کر دیا۔ ۹ سے لیکر ۱۳ ذی الحجہ تک (۵ روز) کی مدرسہ میں تعطیل رہی۔ عید کے دن علی الصباح مدرسہ کا پورا اسٹاف اور تمام طلبہ حسب استطاعت اچھے اچھے لباس پہنکر، نمونہ سلف حضرت مولانا نواب محمد ضمیر الدین صاحب کے پیچھے، سنت کے مطابق اول وقت پر نماز ادا کرنے کے خیال سے، عیدگاہ کی طرف بلند آواز سے تکبیریں پکارتے ہوئے جوق در جوق روانہ ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر سب لوگ میاں صاحب مرحوم کے دولت خانہ پر چلے گئے۔ جہاں اُن کیلئے ایک بالاخانہ مخصوص کر دیا گیا۔ سب سے پہلے چینی کی تشتریوں میں بہترین قسم کی مٹھائیاں اور قسم قسم کے فروٹ (میوے) چنکر پیش کئے گئے۔ اس نفیس اور لذیذ ناشتے سے فارغ ہو کر طلبہ اپنی تفریحات (شعر و شاعری وغیرہ) میں مصروف ہو گئے۔ اور خود حضرت میاں صاحب مرحوم ان پردیسیوں کیلئے جلدی کھانا تیار کرانے کے خیال سے قیمتی دنبوں کی قربانی میں مشغول ہو گئے۔ شہر کا ممتاز باورچی اس گوشت کے پکانے کیلئے پہلے سے موجود تھا۔ ذبح کرنے کے بعد فوراً ان کی بوٹیاں بنوا کر باورچی کے حوالہ کر دی گئیں۔ ابھی ہم اپنی دلچسپیوں ہی میں تھے کہ تقریباً ۱۱ بجے کھانے کیلئے دسترخوان چن دیا گیا۔ لذیذ گوشت اور بہترین باقر خوانیاں کھا کر ابھی فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ مرحوم جو وقت کا سخی، زمانے کا حاتم تھا، نقد روپیوں سے بھری ہوئی جھولی لیکر، غریبوں کے مجمع میں پہنچ گیا۔ اور تمام حاضرین میں اس فیاضی سے تقسیم کیا کہ آن کی آن میں ساری تھیلی خالی کر دی۔ اس کے بعد بھی

چار روز تک دعوتیں ہوتی رہیں۔ اور نہایت پُر لطف طریقے پر یہ دن گذرے +

محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق مارچ ۳۸ء

سہ ماہی امتحان ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق فروری ۳۸ء کے آخری ہفتہ میں طلبہ کو سہ ماہی امتحان کی تیاری کیلئے ایک ہفتہ کی مہلت دیکر ۲ محرم ۵۷ھ مطابق ۵ مارچ ۳۸ء یوم شنبہ (ہفتہ) سے باقاعدہ تحریری امتحان شروع ہوا۔ روزانہ تقریباً تین پرچے ہوکر ۴ محرم مطابق ۷ مارچ یوم دوشنبہ کو ختم ہوگیا۔ ۵ محرم مطابق ۸ مارچ کو مدرسہ میں تعطیل رہی۔ مدرسہ کے تمام طلبہ ومدرسین اپنی جسمانی راحت اور دماغی فرحت کیلئے اسی دن دہلی کے تاریخی باغ "روشن آرا" میں چلے گئے۔ جہاں آزادی کے ساتھ مختلف تفریحی کھیلوں میں لڑکے مشغول رہے۔ تقریباً ۱۱ بجے کھانا کھایا جو خاص اہتمام سے اس موقع کیلئے تیار کرایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد مہتمم صاحب مرحوم نے (جو خود بھی ایسے مواقع پر غریب اور بے وطن طالب علموں کی عزت افزائی کیلئے نہایت گرمجوشی اور محبت وشفقت کے ساتھ ہمیشہ شرکت کیا کرتے تھے) امتحان میں اپنی اپنی جماعتوں میں صرف اول آنے والوں ہی کو ان کے نتیجوں سے آگاہ کردیا۔ اور باقی لڑکوں کے نتائج مخفی ہی رکھے گئے۔ کیونکہ بعض ان میں ایسے بھی تھے، جو بدقسمتی سے ناکام ہوگئے تھے۔ اسلئے رحمدل مہتمم صاحبؒ نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس خوشی کے موقع پر ان کی دلشکنی کا کوئی سبب پیدا ہوجائے۔

نتیجہ مجموعی حیثیت سے بحمد اللہ بہت اچھا رہا۔ جماعت میں اول آنیوالوں کو دو دو روپے نقد انعام دیئے گئے۔ جنکی مجموعی تعداد ۱۸ روپے ہے۔

عاشورا محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کو تقریباً تمام اساتذہ وطلبہ نے روزے رکھے۔ اسلئے ان دونوں دنوں میں چھٹیاں رہیں۔ سحری اور افطاری کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوا۔ دسویں تاریخ کو شام کے وقت مہتمم صاحب مرحوم نے سب کی دعوت کی۔ اپنے ہی دولتکدہ پر پُر تکلف افطاری کے ساتھ سب کو روزہ افطار کرایا اور پھر نماز مغرب کے بعد خود کھلانے کیلئے بیٹھ گئے۔ بہترین لال روٹیوں اور قورمے کے ساتھ نہایت لذیذ میٹھے چاول بھی تیار کرائے گئے تھے +

ربیع الاول ۵۷ھ مطابق مئی ۳۸ء

محدث کا نیا سال ہمیشہ مئی کے مہینے سے "محدث" کا نیا سال شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سال جب اس کی پانچویں جلد ختم ہونیوالی تھی تو میاں صاحب مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ محدث کی چھٹی جلد کا پہلا نمبر ذرا اہتمام سے شائع کیجئے۔ چنانچہ انھیں کی یاددہانی، دلچسپی اور ہمت افزائی کی بنا پر لڑکوں میں بھی ایک خاص جوش پیدا ہوگیا۔ بڑی جماعتوں کے علاوہ چھوٹی جماعتوں میں پڑھنے والوں نے بھی نہایت شوق اور محنت سے مضامین لکھکر مجھے دیئے۔ مقامی اہل قلم حضرات سے زبانی عرض کرنے کے علاوہ بیرونی علماء کو بھی خطوط لکھے گئے۔ رسالے کے اسی نمبر میں شائع کرنے کیلئے طلبہ کی درخواست پر میاں صاحب مرحوم نے مدرسہ کے بعض حصوں اور مسجد کے فوٹو بلاک تیار کرائے۔ الغرض تھوڑے ہی وقت میں مرحوم کی فیاضیوں نے محدث کے اسی نمبر پہ ایک امتیازی شان پیدا کردی۔ جو محدث کی اس شش سالہ زندگی میں بالکل پہلا موقع تھا۔ لیکن آہ! کیا معلوم تھا

کہ محدث کے صفحات پر مرحوم کی یہ گلکاریاں صرف پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بھی ہیں۔ رحمہ اللہ

ایک معزز عرب کا معائنہ

دارالحدیث رحمانیہ کی شہرت صرف ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ بیرونِ ہند میں بھی اس کا غلغلہ بلند ہے چنانچہ اسوقت پنجاب، بنگال، یوپی۔ وغیرہ کے علاوہ مدرسہ میں برما، جاوا، سماٹرا، تبت، نجد (عرب) تک کے طلبہ موجود ہیں۔ اس سال ربیع الاول میں نجدی طالب علم کے والد (جو ایک مشہور تاجر ہیں، اور اپنے تجارتی سلسلے میں دور دور کے ملکوں کی سیاحت کرتے ہیں) اپنے بچے سے ملنے کیلئے مدرسہ میں تشریف لائے اور کئی روز تک قیام کرنے کے بعد انھوں نے مدرسہ کے حالات کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ اور پھر جو کچھ ان کے دل نے اثر لیا وہ انھیں کے الفاظ میں مختصراً درج ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والصلوۃ والسلام علی اشرف المرسلین۔ اما بعد فانی کنت رجلاً اسافر الی مصر والشام والعراق والھند علی طریق التجارۃ وکل بلداً حل اذاکر اھل العلم واسأل عن احوال الطلبۃ ولما صار فی آخر عمری ذکر لی مدرسۃ الرحمانیہ فی دھلی وناظمھا الشیخ عطاء الرحمن ونسمع بہ انہ قائم علی طریقۃ السلف لا یثنیہ ثانٍ فارسلت ابنی الصغیر الیہ فلما وصل الی المدرسۃ جاءتنی منہ الاخبار احسن مما سمعت وبعد سنتین زرت المدرسۃ فرأیت احسن مما اخبرت ورأیت نظام المدرسۃ وناظمھا فلم أر فی الأقطار التی حللت فیھا مثل ھذہ المدرسۃ فی الاعتناء علی طریقۃ السلف ومما رأینا انہ یدیرھا بنفسہ وقد ترک امور الدنیا بید غیرہ وھو الذی یوقظ الطلبۃ اخر اللیل لصلوۃ الفجر۔ . . . . . ورأینا فیھا ثمانیۃ من المعلمین اربعۃ للحدیث وتوابعہ وثلاثۃ للفقہ وتوابعہ وواحد للریاضۃ البدنیۃ الخ

محمد بن منصور الزاملی النجدی العنیزاوی فی ۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۷ھ

اس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ "میں تجارت کی غرض سے مصر، شام، عراق، ہندوستان میں پھرا کرتا تھا۔ اور ہر جگہ کے علماء سے مذاکرہ علمیہ کے ساتھ ساتھ، طلبہ کے حالات بھی پوچھا کرتا۔ اب جبکہ میری عمر کا آخری دور آچکا ہے تو مجھے دہلی کے مدرسہ رحمانیہ اور اس کے ناظم شیخ عطاء الرحمن (مرحوم) کے متعلق خبر دی گئی۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ سلف صالحین کی روش پر قائم ہے اور (اپنی تعلیمی و انتظامی حیثیت سے) بالکل بے نظیر ہے۔ اسی لئے میں نے اپنے ایک چھوٹی عمر کے بچے کو تحصیل علم کی غرض سے یہاں بھیجدیا۔ یہاں پہنچکر میرے بچے نے جو حالات مجھے لکھے وہ اس سے بھی بہتر تھے جو میں نے سنے تھے (لیکن) دو سال کے بعد جب میں نے خود آکر اس کو دیکھا تو ان تمام خبروں سے بدرجہا بہتر پایا۔ جو اب تک میرے کانوں تک پہنچی تھیں۔ جہانتک مجھے جانے کا اتفاق ہوا ہے میں نے زمین کے کسی حصے میں بھی، ایسا مدرسہ نہیں دیکھا جہاں (سنت کی اتباع) اور سلف کی اقتدا پر اتنا زور دیا جاتا ہو۔ اس کے ناظم (رحمہ اللہ) تمام دنیاوی کاروبار چھوڑ کر اسی کے ہوگئے۔ وہ خود فجر کی نماز کے لئے (ایک ایک کے پاس جاکر ان کو) جگاتے ہیں۔ یہاں آٹھ استاد ہیں۔ سات دینیات (حدیث و فقہ وغیرہ) کی تعلیم کیلئے۔ اور ایک جسمانی کثرت (بنوٹ وغیرہ) کے لئے۔"

دوسرا معائنہ

مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ کے مہتمم محترم ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب کے صاحبزادے جناب سید عبدالحفیظ صاحب ایڈیٹر مجلہ سلفیہ گذشتہ سال دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے تھے۔ مدرسہ کے متعلق آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی شرکت کیلئے میں ۲۸ رمارچ کو علیگڈھ پہنچا وہاں پہنچکر دارالحدیث رحمانیہ کی محبت نے مجھے مجبور کیا کہ میں دہلی سے بھی ہو آؤں۔ دارالحدیث دیکھنے کے بعد مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ یہ دارالحدیث صحیح معنوں میں دین متین کی خدمتیں انجام دے رہا ہے۔ میں پہلے طلبہ کے کمروں میں گیا۔ صفائی سے کمروں کو مزین پایا۔ طلبہ بھی مجھ سے بہت اخلاق سے ملے۔ اس کے بعد طلبہ کی کسرت دیکھی۔ اسکے لیے بھی ایک خاص استاد مقرر ہیں۔ دارالحدیث کا یہ کارنامہ قابل صد تحسین وستایش ہے کہ روحانی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی تعلیم کا بھی انتظام کیا ہے۔ دارالحدیث کے مہتمم جناب شیخ عطاءالرحمن صاحب سے ملا۔ ان کے اخلاق کریمانہ کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک طالب علم نے عربی قصیدہ پڑھا۔ اور چہل حدیث مع ترجمے کے سنائی۔ اس کے بعد ایک لڑکے نے فضیلت قرآن پر مختصر اور جامع تقریر اردو زبان میں کی۔

غرضکہ دارالحدیث "قرآن وحدیث" کا ایک پھلتا پھولتا چمن ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب شیخ صاحب کو عمر خضری عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

سید عبدالحفیظ سلفی گیاوی

اڈیٹر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ تاریخ ۲۹ رمارچ ۱۹۳۷ء ؎

ربیع الآخر ۵۷ھ مطابق جون ۳۸ء

حادثۂ جانکاہ مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۵۷ھ مطابق ۳۱ رمئی ۳۸ء و یکم ربیع الآخر ۵۷ھ مطابق یکم جون ۳۸ء کی درمیانی شب میں تقریباً ۱۱½ بجے رات میں یہ جگر خراش آواز کانوں میں پہنچی کہ

رہا نہ ملتِ بیضا کا قدرداں نہ رہا ؎ وہ اہلِ علم کا افسوس! مدح خواں نہ رہا

یعنی محب العلم والعلماء جناب شیخ عطاءالرحمن صاحب مہتمم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ المعروف بہ میاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا سانحہ ارتحال اسی مہینے میں پیش آیا۔ جس سے علماء اور طلبا کی مجلسیں ابتک سوگوار، یتیموں اور بیواؤں کی آنکھیں آج تک اشکبار ہیں۔ اب ہم مرحوم کی زندگی کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بچپن و جوانی کے سنے سنائے واقعات کو چھوڑ کر، صرف ان مشاہدات اور یقینیات کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جو اٹھارہ سال تک اپنی آنکھوں نے دیکھا، یا مرحوم کی زبانی اپنے کانوں نے سنا ہے۔

عبادات بدنیہ

نماز مومن کا ہر کام عبادت اور دین ہے بشرطیکہ نیک نیتی کے ساتھ کیا جائے۔ ان میں سے بعض کا تعلق براہ راست بدن اور جان سے ہے اور بعض کا مال و دولت سے اور بعض کا دونوں سے۔ جانی عبادات میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن جب تمام اولین و آخرین اکٹھے ہوں گے اور رب ذوالجلال لوگوں کے اعمال کی جانچ پڑتال شروع کریگا، تو (عبادات بدنیہ میں) سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا۔ یہ دین کا ستون اور ایمان کی اساس ہے۔ جس نے خلوص کے ساتھ اس کی پابندی کرلی، انشاءاللہ اس کا بیڑا پار ہے، اور جس بدنصیب نے اسے

؎ یہ معائنہ گذشتہ سال شائع ہونا چاہیے تھا۔ مگر غفلت کی وجہ سے رہ گیا۔ مدیر محدث

ضائع کیا، پس اس کی خیر نہیں (اللہ ہمیں اسکا پابند رکھے اور قبول فرمائے، آمین) پس سب سے پہلے میں مرحوم کی نماز کی پابندی اور شوق کا حال سناتا ہوں۔

آپ آج کل کے مالداروں کی طرح عیش پرست اور آرام طلب نہ تھے، گو آپ کے پاس اللہ کی دی ہوئی بے حساب دولت، اور سامان تعیش کی فراوانی تھی، لیکن باوجود اس کے آپ پر اللہ کا خوف اور اس کا تقویٰ غالب تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ رات کے اخیر حصے میں (تقریباً ڈھائی تین بجے) سردی ہو یا گرمی، برسات ہو یا جاڑا، آرام کی نیند چھوڑ کر بستر سے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور اس خیال سے کہ کسی نوکر یا خادم کو اسوقت جگانے سے اس کو تکلیف ہوگی، خود ہی لوٹے میں پانی بھرتے، اور اگر ضرورت ہوتی تو خود ہی آگ جلا کر اس کو گرم بھی کر لیتے، اور وضو کے بعد گھر کے ایک گوشے میں مصلے پر کھڑے ہو کر اپنے رب سے راز و نیاز (نماز تہجد) شروع کر دیتے۔ دیر تک حلاوت ایمانی کا یہی لطف حاصل کرتے رہتے۔ یہانتک کہ جب صبح صادق قریب ہوتی تو نماز فجر مدرسہ کے علماء اور طلباء کے ساتھ ادا کرنے کیلئے اکیلے گھر سے نکل پڑتے اور تقریباً ڈیڑھ میل پیدل چلکر مدرسہ پہنچتے۔ یہاں سب کو عموماً سوتا ہوا پاتے۔ سب کی چارپائیوں کے پاس جا کر نہایت شفقت و مروت سے ایک ایک کو جگاتے۔ گرمیوں میں بہت سے لڑکے مدرسہ کی بلند اور وسیع چھت پر سونے کیلئے اپنی چارپائیاں لے آتے۔ اور رات کو دیر تک کتابوں کے مطالعہ اور اسباق کی تکرار میں جاگتے رہتے۔ اسلئے صبح کو اٹھنے میں ذرا کسلمندی ہو جاتی، تو محترم مرحوم کو نیچے اوپر کا تین تین چکر لگانا پڑتا۔ بار بار کبھی اس کے پاس جاتے اور کبھی اُس کے پاس۔ لیکن بلندی اخلاق کا یہ عالم تھا کہ اس زحمت کی وجہ سے کبھی طبیعت پر ملال اور تکدر نہیں پیدا ہوا۔ اس درمیان میں صبح صادق طلوع ہو چکی ہوتی، اسلئے اِدھر سے فارغ ہو کر مسجد میں تشریف لیجاتے۔ اور اذان دلواتے۔ خود باوضو ہوتے تھے اسلئے اذان کے بعد فوراً ہی فجر کی سنتیں شروع کر دیتے۔ سنتوں سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق داھنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔ جب اور مصلی بھی اپنی اپنی سنتیں پڑھ چکتے تو فرض کی اقامت ہوتی اور سنت کے مطابق لمبی لمبی قرأت کے ساتھ فرض کی ادائیگی میں شریک رہتے۔ نماز کے بعد تھوڑی دیر مدرسہ میں بیٹھتے، رات بھر کی خیریت معلوم کرتے اور پھر پیدل ہی گھر واپس تشریف لیجاتے۔ گیارہ بجے کے قریب پھر اپنی خاص موٹر میں مدرسہ آتے اور اب شام تک یہیں رہتے۔ ظہر اور عصر کی نماز بھی ہمیشہ جماعت سے مدرسہ ہی میں ادا کرتے۔ ہاں مغرب اور عشا کا وقت چونکہ گھر پر آتا تھا اسلئے یہ دو نمازیں وہیں کی مسجد میں پڑھتے۔ فرائض کے علاوہ سنتوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے سنن رواتب کبھی ترک نہیں کی۔ جماعت کا بہت خیال رہتا تھا اسی واسطے پانچوں وقت لڑکوں کی حاضری ہوتی تھی۔ اگر کبھی کوئی جماعت سے پیچھے رہ جاتا تو اُسے ملامت کرتے آئندہ کیلئے پابندی کی تاکید کرتے۔ اگر اس پر بھی غفلت کرتا تو جرمانے کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ دین کا علم سیکھتے ہو، دنیا کے رہنما اور پیشوا بننے والے ہو۔ اگر تم ہی نمازوں میں سستی کروگے تو بھلا دوسروں کو کیا ہدایت ہوگی۔"

اکثر بڑے تاسف کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ اب ہماری جماعت (اہلحدیث) میں دینداری روز بروز گھٹتی جارہی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس اہلحدیثوں کے یہاں سے شروع ہوا تھا، لیکن اب ان کے یہاں سے دن بدن

کم ہوتا جارہا ہے۔ اور دوسرے اس پر عمل کر رہے ہیں۔ اسی طرح نمازوں کا بھی حال ہے، تعجب بلکہ سخت افسوس تو یہ ہے کہ وہ جماعت جو ایک ایک سنت پر عمل کرنا اپنی امتیازی شان سمجھتی تھی، اب وہی لوگ نمازوں کی سنتیں بھی عموماً چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ مرض اب اہلحدیثوں میں زور پکڑتا جارہا ہے۔ بہت سے لوگ خواہ مخواہ ننگے سر نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے برخلاف حنفیوں کو دیکھئے کہ وہ مسجد میں نہایت احترام سے آتے ہیں۔ کرتا بلکہ صدری بھی۔ ٹوپی یا پگڑی پہنکر ادب کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں سنتیں بلکہ نفلیں بھی خوب پڑھتے ہیں۔ میاںصاحب مرحوم تراویح گھر ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ گھر کی عورتیں اور بچے بھی تراویح میں شریک ہوتے، ایک حافظ مقرر ہوتا جو سب کو پورا قرآن سناتا۔ گذشتہ رمضان میں آپ نے دو حافظ مقرر کرلئے تھے۔ ایک عشاء کے بعد سناتا تھا اور ایک تہجد کے وقت اس طرح آپ نے اس سال کے رمضان میں گویا دو دفعہ قرآن مجید کو دہرایا۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْہُ۔

روزہ اپنی جسمانی کمزوری کی وجہ سے نفلی روزوں کی استطاعت تو نہیں رکھتے تھے، صرف فرض (رمضان کے روزوں) پر ہی کفایت کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی شش (چھ) عیدی رکھ لیتے تھے۔ ہاں روزہ رکھنے والوں کی (نفلی ہوں یا فرضی) بڑی قدر کرتے تھے۔ رمضان شریف میں تو ان کا خوانِ کرم عام ہوہی جاتا تھا۔ اس کے علاوہ نفلی روزوں کے موقع پر بھی سحری و افطاری کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ سالانہ امتحان کے بعد شعبان میں جب ہم لوگ گھروں کو جانے لگے ہیں تو مرحوم نے ڈبوں میں بند بصرہ یا مدینہ منورہ کی بہترین کھجوریں ہمکو دیں، تاکہ ہم رمضان میں روزہ انھیں تر کھجوروں سے افطار کریں۔

تعطیل کلاں کے زمانے میں جو لڑکے اپنی مرضی سے اپنے وطن نہیں جاتے تھے۔ بلکہ مدرسہ ہی میں رہنا پسند کرتے تھے تو ان کیلئے سحری کے وقت نان پاؤ، اور دودھ کا انتظام ہوتا تھا۔ شام کو کھانے کیلئے اپنے گھر سے بہترین قسم کا سالن پکوا کر بھیجا کرتے تھے۔ اور افطاری کے وقت بھی روزانہ خاصہ تکلف کرتے تھے۔ گرم گرم جلیبیوں پکوڑیوں، کابلی چنے، گھگھنیوں، امرود، ناشپاتی، کیلوں وغیرہ کے کچالوؤں کے ساتھ، اتباع سنت کے خیال سے کھجوریں ضرور بھیجتے تھے۔ اور وہ بھی معمولی نہیں! بلکہ خاص قسم کی کھجوریں اسی موقع کے لئے منگواتے تھے۔

آپ سمجھے بھی کہ یہ سب تکلفات کس کیلئے ہوتے تھے؟ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے شخص کی پارٹی کے لئے نہیں اپنی قوم یا برادری کے رئیسوں کیلئے نہیں، کسی حاکم یا باقتدار امیر کو خوش کرنے یا کسی دنیاوی اعزاز حاصل کرنے کیلئے نہیں، بلکہ غریب اور بے وطن طالب علموں کیلئے۔ ہاں ہاں ان غریبوں کیلئے جن کو دنیا "مسجد کے ملانے" یا "مفت خورے" کہکر حقارت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تو کجا؟ بات کرنا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے، آہ! مرحوم کی یہی شفقتیں اور محبتیں ہیں جو یاد آتی ہیں تو خون کے آنسو رلاتی ہیں اور بے ساختہ منہ سے نکل آتا ہے کہ آہ میاںصاحب رح ع

تم سے جہاں میں لاکھ سہی تم مگر کہاں؟

ذکر اللہ آپ بہت لمبے چوڑے وظیفوں کے تو عادی نہ تھے، ہاں یہ ہم نے دیکھا ہے کہ نمازوں کے بعد

حدیثوں میں جو دعائیں منقول ہیں ان کو پڑھتے۔ اور فرمایا کرتے کہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دوایک وظیفے مجھے بتائے ہیں، وہ بھی میں نمازوں کے بعد ہی پڑھ لیا کرتا ہوں۔ میاں صاحب مرحوم کی یہ عادت تھی اور اکثر ان کی زبان سے یہ کلمات بے اختیار جاری ہوتے سنے گئے۔

"الٰہی تیرا شکر ہے، تیرا احسان ہے ربِّ کریم!"

باتیں کرتے کرتے اگر کبھی کسی ناپسندیدہ چیز کا ذکر آجاتا تو بے ساختہ بول اٹھتے "اللہ گناہوں کو معاف کرے"۔ اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے ایسی بات کہی جو اُن کے خیال میں صحیح نہ ہوتی تو فرماتے "بھائی اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے لیکن میرا تو خیال یہ ہے"۔ جب کبھی کسی نے کسی موقع پر کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی ظاہر کی تو اس کو سمجھاتے ہوئے یہ کلمہ ضرور کہتے "اللہ میں بڑی قدرت ہے"۔ فرمایا کرتے کہ خدانخواستہ اگر کبھی مجھکو کوئی فکر لاحق ہوجاتا ہے، اور کسی معاملہ میں مَیں الجھ جاتا ہوں تو "رب سے دعائیں کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ پر معاملہ کو کھولدیتا ہے اور کوئی نہ کوئی ایسی راہ سوجھا دیتا ہے جس سے مجھے تسکین ہوجاتی ہے"۔

کہا کرتے تھے کہ میں جب گھر سے نکلتا ہوں تو یہ دعا ضرور کرلیتا ہوں کہ "یا اللہ گناہوں سے دور رکھیو"۔ عشرۂ ذی الحجہ میں نمازوں کے بعد تکبیریں بلند آواز سے کہنی ہم لوگ کبھی کبھی بھول جاتے تھے لیکن میاں صاحب کبھی نہ بھولتے تھے۔ جہاں انھوں نے اونچی آواز میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ پکارا۔ بس سب نے یہی کلمات کہنے شروع کردیئے اور تکبیر کے نعروں سے مسجد گونج اٹھی۔

اخلاق آپ کے اخلاق اتنے بلند اور وسیع تھے کہ دشمن بھی اس سے مسحور تھے۔ جس کسی نے ایک مرتبہ بھی آپ سے ملاقات کرلی، وہ ہمیشہ کیلئے آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ آپ کی اسی بزرگانہ اخلاقی برتری کا نتیجہ تھا کہ آپ گیارہ بجے دن سے، شام کے چار بجے تک، غریب اور مسکین طالب علموں میں ہی نہایت خوشی اور دلی مسرت کے ساتھ اپنے ایام گذارتے آپ کی شفقت و محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب تک آپ مدرسہ میں نہ پہنچتے، در و دیوار پر ایک قسم کی اداسی چھائی رہتی لیکن جہاں آپ کی موٹر کا ہارن بولا، اور سب کی طبیعتوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی۔ ایک نہایت معمولی، کھری چارپائی پر خود بیٹھ جاتے اور اِدھر اُدھر دوسری چارپائیوں اور اسٹولوں وغیرہ پر مدرسہ کے طلبہ آپ کو گھیر لیتے، جو کچھ اپنی عادت کے مطابق فروٹ وغیرہ ساتھ لائے ہوتے، وہیں تقسیم کردیتے اور کھلا کر خوش ہوتے۔ ہر طالب علم کی خیریت معلوم کرتے رہتے۔ اگر خدانخواستہ کوئی بیمار ہوجاتا تو خود جاکر اس کی مزاج پرسی کرتے، ڈاکٹر و حکیم کو ہدایتیں کرتے۔ بسا اوقات اپنے ہاتھ سے دوا پکا کر اور مل چھانکر لڑکوں کو پلائی ہے۔ بہت سی ڈاکٹری اور یونانی دوائیں تو ہر وقت مدرسہ میں موجود رکھتے تھے کہ وقت بے وقت فوراً کام آسکیں۔

مدرسہ میں لڑکوں کے لئے جو کھانا تیار ہوتا تھا اس کی نگرانی رکھتے تھے۔ کبھی کبھی خود بھی اچانک منگا کر کھالیا کرتے تاکہ یہ معلوم کرسکیں کہ کیسا پکتا ہے۔ کبھی کسی کے ساتھ تکبر اور غرور کی باتیں نہیں کیں۔ مزاج میں نہایت سادگی اور زندہ دلی تھی۔ بالکل سادہ لباس پہنتے اور سادی غذائیں کھاتے تھے ہمیشہ صبح ۷ بجے کھانا کھایا کرتے

تھے، لیکن یہ نہیں کہ اس کے لئے ناماؤں کو تکلیف دیجائے کہ وہ رات کو تین ہی بجے سے پکانا شروع کریں، تاکہ ۷ بجے تک تازہ کھانا تیار ہو جائے۔ نہیں نہیں، بلکہ رات ہی کا پکا ہوا سالن رکھدیتے تھے۔ اور صبح کو وہی باسی سالن گرم کرکے کھالیا کرتے تھے۔ لبا اوقات روٹی بھی باسی ہی ہوتی تھی۔ پھردن بھر کچھ نہیں کھاتے تھے، دوپہر کو صرف سنتروں کا عرق ایک گلاس پی لیا کرتے تھے۔ ادھر مغرب کے بعد فوراً کھانے کیلئے بیٹھ جاتے تھے۔ علمار اور طلبار کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اپنی عزت سمجھتے۔ ہر جمعہ کو شام کے وقت مدرسہ کے اساتذہ کی جو پر تکلف دعوت ہوتی تھی اس میں وہ خود بھی عموماً ہمارے ساتھ ہی کھاتے۔ کھاتے کیا تھے حقیقت میں وہ ہم کو کھلاتے تھے نیم کے پھول اور نیم کی پتیوں کے سالن جس میں کڑواہٹ ذرا بھی نہ ہو، مرحوم ہی نے کھلائے۔ فجر کی نماز کے لئے جب مدرسہ میں تشریف لاتے تو عموماً جمعہ کے دن نماز کے بعد میرے اور مولانا عبید اللہ صاحب کے پاس کمرے میں آکر نہایت محبت سے پوچھتے کہ "آج شام کو کیا کھاؤگے" اگر ہم کو کسی چیز کی خواہش ہوتی تو عرض کردیتے ورنہ انھیں کی مرضی پر چھوڑ دیتے۔ واللہ! جس وقت ان کے یہ بزرگانہ اور محبت آمیز کلمات یاد آجاتے ہیں، دل تڑپ جاتا، اور کلیجہ منہ کو آتا ہے

اللھم اغفر لہ وارحمہ واکرم نزلہ۔

میانصاحب مرحوم کی تواضع اور انکساری کی ایک مثال آپ کو بتاؤں، جسے سنکر آپ کو حیرت ہوگی۔ اور بخدا! میں تو دیکھکر ندامت سے پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا۔ بارہا میں نے دیکھا کہ اگر کبھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہوسکے بلکہ کھلانے ہی میں رہ گئے تو کھانے کے بعد روٹی کے ٹکڑوں اور جھوٹے سالن کے برتنوں کو اپنے آگے رکھ لیتے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ کھانے لگتے۔ کھا کر وہی اپنا کلمہ شکر یہ دہراتے "آہی تیرا شکر ہے، تیرا احسان ہے ربّ کریم"

ہمیں کھلانے کے وقت ہمارے قریب ہی بیٹھتے، پانی اور گلاس اپنے پاس ہی رکھتے، اور اپنے ہاتھوں سے بھر بھر کر ہمیں پلاتے تھے۔ جب خود بھی ساتھ کھاتے ہوتے جب بھی ایسا ہی کرتے۔ بعض وقت تو اپنے منہ کا لقمہ چھوڑ کر ہمیں پانی دینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اللہ اللہ! آج کون ہے جو کروڑپتی ہونے کے باوجود ان اخلاق عالیہ سے مزین ہو، خصوصاً دلی کے بعض بد اخلاق دولتمند، توبہ توبہ انکے دماغ میں تو انتی فرعونیت ہے کہ اللہ کی پناہ! اسی لئے ان میں سے بعض نے تو میانصاحب مرحوم پر اعتراض بھی کیا کہ تم مولویوں اور طالب علموں سے کیوں اسقدر مانوس ہو، تم ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں اتنی دلچسپی کیوں لیتے ہو، آپ نے فرمایا کہ میں کیا کروں، ان کی مجلسوں کے سوا میرا کہیں دل ہی نہیں لگتا۔ مجھے انھیں سے انسیت اور انھیں سے محبت ہے، میں انھیں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

لیکن ان نادانوں کو نہیں معلوم کہ یہ بھی اللہ کی دین اور اس کا خاص فضل وانعام ہے، جو اس کے مخصوص بندوں ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ ؎

یہ رتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا ✤ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

میانصاحب مرحوم کی عادت تھی کہ دونوں عید (عید الفطر وعید الاضحیٰ) کے موقع پر ایک "مبارکباد" اپنے دوست احباب کے علاوہ محدث کے تمام خریداروں کے پاس بھی بھیجا کرتے۔ جس میں عید کی آمد آمد کی مبارکباد ہوتی۔ پھر کچھ مناسب

مسائل و نصائح بھی ہوتے، اور آخر میں اپنی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی کی درخواست ضرور ہوتی۔ چنانچہ گذشتہ عید (جو آپ کی آخری عید ہے) کے موقع پر جو مبارکباد بھیجی ہے اسمیں چند نصیحت آمیز کلمات کے بعد لکھتے ہیں :۔

● میرے مکرم! میری طرف سے اس عید کی مبارکبادی قبول فرمائیں، نیز میری خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر فرمائیں۔ اور مجھے اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولیں خدائے تعالیٰ آپ کو، ہم کو، اور جملہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حفاظت میں برسر ترقی رکھے آمین۔

آپ مدرسہ کے طلبا و علماء کے ساتھ جو خاص عنایات برتتے، اس کے علاوہ اپنے ملنے جلنے والوں، رشتہ داروں اور کنبے والوں کے پاس بھی تحفے تحائف ضرور بھیجا کرتے۔ حضرت سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ سے آپ کو خاص عقیدت تھی۔ آپ نے ان کے پاس بھی کئی دفعہ نہایت قیمتی تحائف بھیجے۔ مدرسہ میں اگر کوئی خاص مہمان آجاتا تو اسکی روانگی کے وقت، راستے میں کھانے کیلئے بڑے تکلف کے ساتھ مختلف چیزیں تیار کراکر اسکے ساتھ کر دیتے۔

ہمت و مردانگی آپ آج کل کے مالداروں کی طرح بزدل، ڈرپوک اور کمزور طبیعت نہ تھے۔ بلکہ نہایت باہمت قوی دل اور نڈر انسان تھے۔ خود بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بڑے بھائی (جناب حاجی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم) نے اور میں نے دہلی کے اطراف میں زمینداری خریدی۔ وہاں کی رعایا سرکش تھی، اُن کو سَر کرنے کیلئے مجھی کو بھیجا گیا

فجر کی نماز کے لئے رات کو جب گھر سے بالکل تنہا مدرسہ میں آتے، یہانتک کہ سخت جاڑوں بلکہ برسات اور آندھی کے دنوں میں بھی اپنے اس معمول کو نہ چھوڑتے، تو بعض اوقات جب دہلی کی فضا کسی فساد انگیزی کی وجہ سے خراب معلوم ہوتی اور آپکا اسطرح سے اس سناٹے کے وقت میں اکیلے آنا ہم لوگوں کو بظاہر خطرے سے خالی نظر نہ آتا، تو ان سے درخواست کی جاتی کہ آج کل فضا اچھی نہیں ہے۔ اسلئے کم از کم جب تک یہ ناخوشگوار فضا درست نہ ہو جائے، آپ رات میں مدرسہ آنا چھوڑ دیجئے ایسے مواقع پر اپنی حفاظت کا خیال رکھنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، تو اتنے اطمینان قلب کے ساتھ جواب دیتے کہ ہمیں ان کی ہمت و جرأت بلکہ اللہ پر کامل اعتماد کی کیفیت کا اندازہ کر کے حیرت ہوتی۔ فرماتے

ہاں اس میں شک نہیں کہ بظاہر خطرات ضرور ہیں، بعض اوقات اِدھر اُدھر چھپے چھپائے لوگ نظر بھی آتے ہیں۔ کبھی کبھی مجھے پیچھے سے پکارنے کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ بلکہ ایک دفعہ تو ایک بدمعاش میری طرف بڑے زور میں جھپٹکر پہنچا بھی تھا۔ پھر یکایک یہ کہکر پیچھے ہٹا کہ میاں صاحب آپ اسوقت کہاں جارہے ہیں میں نے کہا مدرسہ جارہا ہوں، کہنے لگا۔ کہئے تو میں آپ کو پہنچا دوں میں نے کہا نہیں، تم جاؤ میرا اللہ محافظ ہے" ــــــ تو ایسے واقعات بھی پیش آئے، مگر میرا تو ایمان ہے کہ موت کا جو وقت اور جو حیلہ اللہ نے مقرر کر دیا ہے اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک وقت نہیں آیا ہے، ہماری تدبیریں بیکار ہیں، بس وہ محافظ حقیقی خود ہماری حفاظت کریگا۔ گو اپنی حفاظت کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ لیکن میرا توکل فیصلۂ الٰہی پر مطمئن ہے، اسلئے ان خطرات کی پروا نہیں کرتا بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں "

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے ایمان اور یہ ہے توکل، آج کل کے مغرور و متکبر مالداروں میں تو اس کی نظیر کیا ملیگی؟ جبکہ بہت سے "مولوی" بھی ایمان واذعان کے اس درجہ سے خالی ہیں۔ فاللہ یغفرہ ویرحمہ

عباداتِ مالیہ

میرے خیال میں میاں صاحب ایک خدا ترس، نیک اور عابد مومن تھے اسلئے ان کے حالات کو میں عبادات کے عنوان سے ذکر کر رہا ہوں چنانچہ ابتک ان عبادات کا بیان تھا جن کا تعلق بدن اعضاء جوارح، زبان، اور نفس کے ساتھ ہے اب میں ان واقعات کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو مال سے متعلق ہیں۔ اس سلسلے میں زکوٰۃ یا انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے) کی فہرست شاید طویل ہو جائے اسلئے پہلے میاں صاحب کے حج کا حال سناتا ہوں۔

حج[1] آپ کو مدت سے دل کی کمزوری کی بیماری تھی، ریل کا سفر بالکل نہیں کر سکتے تھے، موٹر میں بھی دور تک جانا دشوار تھا۔ کار میں جاتے ہوئے اگر کہیں ذرا نیچا اونچا پڑ جاتا تو دل دھڑکنے لگتا۔ یہی وجہ تھی کہ گو آپ نے اپنی طرف سے سینکڑوں حج کرائے لیکن خود نہ جا سکے۔ جب کبھی اس کا تذکرہ آجاتا، تڑپ اٹھتے، بیقرار ہو جاتے اور فرماتے کاش اڑنے کی طاقت ہوتی، تو اڑ کر رب کے گھر کی زیارت کر آتا۔ ایک مرتبہ نہایت حسرت سے کہنے لگے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ سفر کا عادی ہو جاؤں، تاکہ حرم کعبہ تک خود جا کر حج کی سعادت حاصل کر سکوں، لیکن افسوس کہ اس میں کامیاب نہ ہوا۔ اسی سلسلے میں آپ نے خود اپنا ایک واقعہ سنایا کہ اسی شوق میں ایک دفعہ میں نے اپنے بعض بے تکلف احباب کو ساتھ لیا، اور ریل میں کچھ دور سفر کا تجربہ کرنا چاہا۔ میں نے اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو لیا جو خوب ہنسی مزاق کرنے والے اور دل بہلانے والے لوگ تھے، میں نے ان لوگوں سے کہدیا کہ ریل چلتے ہی ایسی باتیں کرنا جس سے میرا دل خوش رہے اور میں اپنے مرض کی طرف توجہ کرنے کے بجائے، تمہاری باتوں میں مشغول ہوکر اسے بھول جاؤں۔ پھر میں دیکھوں کہ اس طرح کہانتک جا سکتا ہوں، جہانتک میری طبیعت سنبھلی رہیگی، میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ریل چھوٹنے سے پہلے ہی ساتھیوں نے دل بہلانے والی باتیں شروع کر دیں، جب تک ریل کھڑی رہی میں باتوں سے خوب دلچسپی لیتا رہا، کسی قسم کا کوئی اثر طبیعت پر نہیں تھا، لیکن جوں ہی گاڑی چلی، پلیٹ فارم سے باہر ہوتے ہی دل پر گھبراہٹ محسوس ہوئی، میں نے بہترا چاہا کہ میں اس طرف متوجہ نہ ہوں۔ مگر جوں جوں گاڑی آگے بڑھتی اور تیز ہوتی جاتی میرا دل بیٹھتا جاتا۔ یہانتک کہ پنڈلیوں میں اینٹھن شروع ہو گئی، سر چکرانے لگا، سانس گھٹنے لگا، اور بالکل میری حالت دگرگوں ہو گئی، خیریت یہ ہوئی کہ اسٹیشن جلدی سے آگیا، میرے ساتھیوں نے مجھے وہیں اتار لیا۔ اتر کر جب طبیعت سنبھلی تو بصد حسرت و یاس گھر کی طرف واپس ہو گیا"

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مرحوم کو زیارت بیت اللہ کا کتنا شوق اور خیال تھا۔ اور دل میں کیسی لگن لگی ہوئی تھی، لیکن اپنی مجبوری سے معذور تھے غفر اللہ لہ و رحمہ۔ ہاں اپنی زندگی میں اپنی طرف سے ہمیشہ حج کراتے رہے۔ بلکہ اب تو عرصہ سے مولوی محمد عثمان صاحب عظیم آبادی (پٹنہ) کو مستقل طور سے اسی لئے مقرر کر دیا ہے

[1] حج کا تعلق عبادات بدنیہ اور مالیہ دونوں سے ہے لیکن بعض وجوہ کی بنا پر میاں صاحب مرحوم کے حج کا تذکرہ عبادات مالیہ کے ضمن میں زیادہ مناسب سمجھا۔ فافہم۔ منہ

مولوی صاحب موصوف اب مکہ معظمہ ہی میں مع اہل وعیال مقیم ہیں اور میاں صاحب مرحوم کی طرف سے ہر سال حج وطواف کرتے رہتے ہیں۔ میاں صاحبؒ اپنی زندگی بھر برابر ماہ بماہ ان کی تنخواہ بھیجتے رہے۔ اور اب ان کی وفات کے بعد بھی وہی تنخواہ ان کے صاحبزادوں جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ۔ ۔ ۔ وخانصاحب جناب شیخ حبیب الرحمٰن صاحب آنریری مجسٹریٹ کی توجہ سے بحمداللہ جاری ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ اللہ کے دین کی مضبوطی، کتاب وسنت کی اشاعت، غریبوں اور مسکینوں کی خدمت میں، اللہ کے دیئے ہوئے مال کو مرحوم جس حوصلہ اور فیاضی کے ساتھ خرچ کرتے تھے۔ اس کی پوری تفصیل تو میں کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے آپ کے اخراجات کی فہرست اور اس کی نوعیت جو کچھ ہمارے سامنے ہے اس سے کہیں زیادہ مرحوم کی طرف سے غریبوں اور محتاجوں کی وہ خفیہ امدادیں اور خاموش اعانتیں تھیں جن کا علم ان دینے لینے والوں کے علاوہ بجز خدائے علام الغیوب کے اور کسی کو نہیں۔ لیکن جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے وہی اتنا ہے کہ جس کی بنا پر یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ حجاز ونجد، شام وعراق، مصر ویمن، سندھ وسماٹرا، چین وجاوا۔ رنگون وآسام غرض مشرق ومغرب، شمال وجنوب کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جہاں اس مرد خدا کا دست کرم کسی نہ کسی نوع سے نہ پہنچا ہو، اور کوئی جماعت ایسی نہیں جو اس کی بخشش وعطا سے بالکل ہی محروم رہی ہو۔ اس کی تفصیل کیلئے سب سے پہلے مدرسہ رحمانیہ کے حالات پر ایک سرسری نگاہ ڈالئے۔

دارالحدیث رحمانیہ کا قیام آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی جناب حاجی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کو جب جماعت (اہلحدیث) کے متعلق نظام تعلیم کی حیثیت سے بالکل بے سروسامانی بلکہ کس مپرسی کا احساس ہوا، تو ان دونوں کی مشترکہ کوشش اور شوق سے شوال ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں تقریباً ایک لاکھ کی لاگت سے "دارالحدیث رحمانیہ" جیسی عظیم الشان درسگاہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ بڑی بڑی تنخواہوں سے نہایت لائق اور فاضل اساتذہ رکھے گئے۔ کتاب وسنت کی تعلیم کو مقصود بالذات قرار دیکر دیگر علوم وفنون کی کتابیں بھی نصاب میں داخل کی گئیں۔ کھانے پینے اور دوسری تمام ضروریات سے طلبہ کو بے نیاز کر دیا گیا۔ اسی لئے بقولے "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات" اس کا افتتاح ہوتے ہی ہندوستان کے گوشے گوشے میں اس کی شہرت کا ڈنکا بج گیا۔ اطراف ملک سے تشنگان علوم دینیہ کھنچکر اس کی طرف آنے لگے اور اس چشمۂ علم وحکمت سے خود سیراب ہوکر، دوسروں کو بھی شادکام کرنے لگے۔

حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم نے تو اپنے ہاتھوں لگائے ہوئے اس پودے کی ابھی پہلی پتیاں بھی نہ دیکھیں تھیں کہ اللہ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ہم سب سے رخصت ہو گئے۔ یعنی پہلے سال کا نتیجہ بھی حاجی صاحب نے نہیں دیکھا بلکہ جب سال بھر کی تعلیم ختم ہو چکی، سالانہ امتحان کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور عنقریب امتحان ہونے والا تھا کہ شعبان ۱۳۴۰ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے حاجی صاحب مرحوم کو بھی دیکھا ہے۔ نہایت خلیق، متواضع لیکن بارعب انسان تھے۔ حکومت میں آپ کا بڑا رسوخ تھا۔ بڑے بڑے حکام آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ روزانہ شام کو مدرسہ میں آیا کرتے۔ اسوقت عموماً

لڑکے تفریح کیلئے باہر چلے جایا کرتے تھے۔ لیکن میں ذرا سیر و تفریح کا شوق شروع ہی سے بہت کم رکھتا ہوں اسلئے اکثر مدرسہ میں موجود رہتا۔ اس زمانے میں پنجاب کے ایک نابینا طالب علم حافظ نور شاہ نامی مدرسہ میں پڑھتے تھے حافظ صاحب موصوف شام کو مدرسہ کے سائبان ہی میں چہل قدمی کرتے رہتے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ حاجی صاحب مرحوم جب شام کو تشریف لاتے تو حافظ صاحب کی طرف خود آگے بڑھکر نہایت تپاک سے سلام اور مصافحہ کرتے اور پوری ہمدردی و شفقت سے خیریت پوچھتے۔ پھر مدرسہ میں ایک چکر لگانے کے بعد واپس تشریف لیجاتے۔ جمعہ کے دن شام کو مدرسہ کے اساتذہ کی دعوت کا سلسلہ آپ ہی نے قائم کیا۔ اور الحمد للہ کہ آج تک اپنی پوری شان کے ساتھ جاری ہے۔

میانصاحبؒ مرحوم فرمایا کرتے کہ میں بھائی کی بہت عزت کرتا تھا۔ اور خود بھائی بھی مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ کوئی کام میرے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ اپنی اپنی زندگی بھر دونوں نے ایک دوسرے کا خوب ساتھ دیا۔ اب ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے۔ اور جس طرح دنیا میں یہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے، آخرت میں بھی دونوں جنت کی نعمتوں سے ساتھ ہی بہرہ اندوز ہوں۔ اور ان دونوں کے ہاتھوں کا جاری کیا ہوا یہ چشمۂ فیض دن دونی رات چوگنی ترقیاں کرتا ہوا ہمیشہ جاری رہے، تاکہ ان کی روحیں عزت و رحمت کے جھولے میں جھولتی رہیں۔ اور قیامت تک اس کا ثواب ان کو پہنچتا رہے۔ آمین اللہم آمین۔

مدرسہ کا عروج کسی بیرونی چندہ اور امداد کے بغیر صرف دونوں بھائی جناب حاجی شیخ عبد الرحمٰن صاحب مرحوم وجناب میانصاحب (شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم) ہی کے مشترکہ سرمایہ سے یہ مدرسہ جاری کیا گیا۔ لیکن حاجی صاحب موصوف کے انتقال کے بعد یہ بارگراں صرف میانصاحب (جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم) ہی کے کندھوں پر رہ گیا لیکن قربان جلیئے میانصاحب مرحوم کی ہمت، استقلال اور پامردی کے کہ اس میں کسی قسم کی کمی تو کجا؟ اللہ کی توفیق و عنایت سے اس کو اتنی ترقی و بلندی، اتنا عروج و اوج حاصل ہوا کہ آج بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مدرسہ رحمانیہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے واحد علمی و دینی درسگاہ ہے۔ اعتبار نہ آئے تو ذرا انصاف کی نگاہ سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ عرب و عجم کے کونے کونے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھئے، اور پھر کوئی قابل ذکر اور مشہور درسگاہ ہمارے سامنے لاکر بتایئے کہ جو ایک اور صرف ایک معمولی تجارت پیشہ انسان کی ذمہ داری میں ہو۔ اور وہ اللہ کا بندہ ہر مہینے میں ایک ہزار روپیوں کو اسی کام کیلئے پانی کی طرح بہا دیا کرتا ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ہندوستان میں بھی اور ہندوستان کے باہر بھی بڑی بڑی درسگاہیں، بڑے بڑے کالج اور بڑی بڑی مشہور یونیورسٹیاں ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ اس کے چلانے والے یا تو بادشاہ اور سلاطین ہیں یا بڑی بڑی ریاستوں اور حکومتوں کے مالک راجے اور نواب ہیں۔ یا رسیدیں چھپوا چھپوا کر ملک کے اس سرے سے اس سرے تک سفرا اور سفارشی پھیلے ہوئے ہیں جو گھر گھر سے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں چندے وصول کر کر کے لاتے ہیں۔ رمضان اور عید الاضحیٰ کا مہینہ شروع ہوتے ہی زکوٰۃ اور چرم قربانی کیلئے بڑی بڑی سرخیوں سے لمبے لمبے پوسٹر اور اشتہارات شائع ہوتے ہیں۔ بھانت

بھانت کی روئدادیں چھپوا کر اپنے کارناموں سے مالداروں کی جیبیں خالی کروانے کی نئی نئی ترکیبیں سوچی جاتی ہیں۔ لیکن اللہ کا شکر اور ہزار ہزار شکر، اسکا احسان اور لاتعداد احسان ہے کہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی نے اپنی پیدائش کے دن ہی سے اپنا قدم جہاں رکھا تھا، آج بھی اپنے بلند حوصلہ مہتمم کی توجہ سے وہیں پہاڑ کی چٹانوں کی طرح جما ہوا ہے۔ اور اللہ کرے قیامت تک اس کے قدموں میں کوئی تزلزل نہ پیدا ہو۔ آمین۔

مدرسہ کا نظام جب سے جناب میاں صاحب مرحوم کے ہاتھوں میں آیا، اور پھر جس طرح یوماً فیوماً ترقی کرتا رہا، گو اس کی ساری تفصیل میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ کیونکہ میں مدرسہ کے افتتاح کے شروع سال سے ہی یہاں آگیا تھا، اور مرحوم کی زندگی کے آخری لمحہ تک انھیں کے سایۂ عاطفت میں رہ کر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا لیکن اگر اس کا سلسلہ چھیڑونگا تو مضمون بہت طویل ہو جائیگا۔ اسلئے صرف اسوقت کی حالت کا اجمالی نقشہ پیش کرتے ہوئے بزبان مدرسہ درخواست کرونگا کہ ع قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا۔

داخلہ ونصاب تعلیم وغیرہ مدرسہ کا تعلیمی سال ہمیشہ رمضان المبارک کے بعد شوال سے شروع ہوتا ہے۔ جو مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے داخل ہونا چاہتے ہیں ان کا داخلہ کا امتحان ہوتا ہے۔ یہ امتحان میرے مکان سے واپس آجانے کے بعد عموماً ۸۔ ۹ تاریخ سے شروع ہو جاتا ہے۔ امتحان کے بعد اگر استعداد اچھی ہوئی اور وہ امتحان میں کامیاب ہوا تو عمر وغیرہ کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب جماعت میں داخل کرلیا جاتا ہے، یہاں صرف عربی کی تعلیم ہوتی ہے اور مجوزہ نصاب کے مطابق تمام علوم وفنون سے مکمل طور پر نو سال میں فراغت ہو جاتی ہے۔ اساتذہ ہمیشہ نہایت قابل اور کامل الفن رکھے جاتے ہیں جن کی تعداد عموماً سات ہوتی ہے۔

کتب خانہ مدرسہ میں ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں تقریباً سات ہزار سے زیادہ درسی وغیر درسی، مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔ اسی کتب خانے سے طلبہ کو عاریۃً کتابیں بھی پڑھنے کیلئے مدرسہ ہی سے دی جاتی ہیں، جو اختتام سال کے بعد واپس لے لیجاتی ہیں۔ اس میں بعض نہایت نادر اور نایاب قلمی نسخے بھی ہیں۔ بعض بعض قلمی کتابیں مہتمم صاحب مرحوم نے چار چار اور پانچ پانچ سو میں خریدی ہیں۔ حسب ضرورت ہر سال اس میں نئی نئی کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس سال میاں صاحب مرحوم نے بھی اور ان کے بعد جناب شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ نے بھی کئی کتابیں خرید کر داخل کیں۔

لائبریری طالب علموں کو زمانہ کے حالات سے روشناس کرنے کیلئے مدرسہ میں بہت سے عربی و اردو مذہبی و ملکی اخبارات و رسالے بھی آتے ہیں۔ روزانہ، سہ روزہ، ہفتہ وار، ماہانہ و سہ ماہی ہر قسم کے جرائد آتے ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب پہنچتی ہے۔ اور دوسرے اخراجات کو چھوڑ کر صرف اخبارات و رسائل کا سالانہ خرچ سوا دو سو ۲۲۵ روپے سے زائد ہے۔

جمعیۃ الخطابۃ اس مدرسہ کے طلبہ کو کتابی لیاقت و استعداد کے ساتھ علمی میدان میں کام کرنے کے لائق بھی بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے مدرسہ میں ایک انجمن جمعیۃ الخطابۃ کے نام سے قائم ہے۔ ہر جمعرات کو دوپہر سے مدرسہ میں

مدرسہ کے نصاب اور قواعد وضوابط کی کتاب تین پیسے کے ٹکٹ بھیجکر پتہ ذیل سے مفت منگائی جا سکتی ہے۔ مہتمم صاحب مدرسہ رحمانیہ دہلی

تعلیم بند ہو جاتی ہے۔ اور بجائے اسکے لڑکے تقریروں اور مناظروں کی مشق کرتے ہیں۔ اساتذہ اس کے نگراں ہوتے ہیں۔ پانچ روز پہلے ایک پروگرام شائع کر دیا جاتا ہے۔ جس میں عربی اور اردو عنوانات مقرر کر دیئے جاتے ہیں اور پھر ہر طالب علم اپنے محولہ مضمون پر تیار ہو کر آتا ہے۔ کبھی کبھی برجستہ عنوانات پر بھی تقریریں کرائی جاتی ہیں۔ ان ہفتہ واری اجلاسوں میں جو بہترین تقریر کرتا ہے اس کو مدرسہ کی طرف سے نہایت حوصلہ افزا انعامات دیئے جاتے ہیں۔ خصوصاً عربی زبان کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے۔ اور پھر اخیر سال میں ایک سالانہ اجلاس ہوتا ہے، جو اس سال کا آخری اجلاس ہوتا ہے اور نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد ہوتا ہے اس میں مدرسہ کی طرف سے خوب انعامات دیئے جاتے ہیں، چنانچہ اس سال کے آخری اجلاس کی کارروائی ماہ جمادی الاخریٰ کی کارگزاریوں کے سلسلے میں ملاحظہ کیجیے۔

الغرض ان معمولی اجلاسوں میں بھی جو انعامات طلبہ کو دیئے جاتے ہیں ان کا سالانہ خرچ بھی سینکڑوں روپے سے کم نہیں

امتحانات اور انعامات مدرسہ میں تین امتحان ہوتے ہیں، سہ ماہی، ششماہی، سالانہ، ہر امتحان میں اعلیٰ نمبر پر کامیاب ہونے والوں کو نقد انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سال کے سہ ماہی کا حال تو میں ذکر کر ہی چکا۔ ششماہی کا تذکرہ آگے آئیگا۔ سالانہ امتحان اور جلسہ کے موقع پر تو میاں صاحب مرحوم کی سخاوت ہوا سے بھی زیادہ تیز ہو جاتی تھی۔ انعام کے مختلف شعبے قائم کر دیئے تھے۔ قرآن میں اول آنے کا انعام، حدیث میں اول آنے کا انعام، جماعت میں اول آنے کا انعام، مدرسہ میں اول آنے کا انعام، خوشخطی کا انعام، نماز میں غیر حاضریاں نہ کرنے کا انعام۔ اچھی تقریر کا انعام وغیرہ۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے بعد جب لڑکے اپنے اپنے وطن واپس جانے کیلئے کرایے کی درخواست کرتے تو میاں صاحب مرحوم کی فیاضی قابل دید ہوتی۔ چنانچہ پچھلے سال امتحان کے انعامات اور کرایہ وغیرہ میں قریب سات سو روپے کے خرچ ہو گئے۔

طلبہ کی غذا اللہ کا شکر ہے کہ مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ دیگر مدارس عربیہ کی طرح ایک ایک دو دو روٹیوں کیلئے گھر گھر مانگتے نہیں پھرتے۔ اور نہ دہلی کے دوسرے مدرسوں کی طرح مسجد کے موذن کے رحم و کرم پر ہیں۔ اور نہ ان کو روپیہ، دو روپیہ وظیفہ ملتا ہے کہ وہ پڑھنا لکھنا چھوڑ کر رات دن آٹا خریدنے اور پکوانے، سالن تیار کرنے اور اس کے انتظام ہی میں مصروف رہتے ہوں۔ بلکہ یہاں باقاعدہ ایک مستقل مطبخ (باورچی خانہ) ہے۔ جس میں روٹی سالن وغیرہ پکانے اور ان کی نگرانی کیلئے مستقل ملازم ہیں، ان کو معقول تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ دونوں وقت پکا پکایا بہترین کھانا سب کو اکٹھا ایک دسترخوان پر بٹھا کر کھلایا جاتا ہے۔ روزانہ بکری کا گوشت اور چپاتی ہوتی ہے۔ بحمد اللہ گھر کی طرح سے بآرام دونوں وقت کھاتے ہیں۔ انھیں کچھ خبر نہیں ہوتی کہ بازار میں آٹے کا کیا بھاؤ ہے اور گوشت کا کیا؟ ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ دن رات اپنے علمی مشغلوں میں لگے رہیں، اور اپنی علمی و ذہنی ترقی کے مدارج طے کرتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ بہ نسبت دوسرے مدارس کے بحمد اللہ نہایت محنتی، لائق اور جید عالم ہوتے ہیں، ان میں خودداری اور عزت نفس بھی بہت ہوتی ہے۔

طلبہ کی اس خودداری کو محفوظ رکھنے، اور ان کو آئندہ خوددارانہ زندگی گذارنے کی تعلیم کیلئے میاں صاحب مرحوم

شہر کی عام دعوتوں میں شرکت کی کبھی اجازت نہیں دیتے تھے۔ بلکہ ایسی دعوتوں کو رد کر دیا کرتے تھے۔ اگر اپنے کسی خاص عزیز کے یہاں کوئی تقریب ہوئی تو اس کو قبول کر لیا ورنہ انکار کر دیا۔ ہاں خود ہی دعوتیں کر دیا کرتے تھے یعنی مدرسہ میں دونوں وقت کھلانے کے علاوہ ایک آدھ مہینہ کے بعد برابر اپنے دولتکدہ پر تمام مدرسین و طلبہ کو بلاتے، اور نہایت عزت اور تکلف کے ساتھ خود کھلاتے تھے۔ ہر موسم میں مختلف فصل چیزیں کھلایا کرتے۔ آموں کے دنوں میں آم، اور گرمیوں میں خربوز بکثرت لاتے برف کا پانی تو دن رات میں چار مرتبہ ٹب میں بھر بھر کر رکھا جاتا ہے۔ اور لوگ خوب مزے لیکر پیتے ہیں۔

جسمانی کسرت دن رات مسلسل دماغی محنت و کاوش کی وجہ سے صحت پر برا اثر پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے مدرسہ میں جسمانی کسرت کا بھی انتظام ہے، فٹ بال وغیرہ مغربی کھیلوں کے بجائے، ہندوستانی محنت کرائی جاتی ہے۔ یعنی ایک ماہر فن استاد رکھے گئے ہیں جو لڑکوں کو بنوٹ، کسرت، ڈنٹر وغیرہ سکھاتے ہیں۔ عصر کے بعد سے دوڑھائی گھنٹہ یہی مشغلہ رہتا ہے۔ محنت کے بعد گرم گرم جلیبیوں سے ان کو ناشتہ کرایا جاتا ہے۔ زمانہ شناس حضرات جانتے ہیں کہ آج مسلمانوں کو اس کھیل کی کتنی ضرورت ہے۔ اور "رحمانیہ" روحانی اور جسمانی دونوں حیثیتوں سے وقت کی کتنی اہم ضرورتوں کو پوری کر رہا ہے۔ اللہ اس گلشن علم کو ہر قسم کی آفتوں سے محفوظ رکھے آمین۔

تفریحات اسی سلسلے میں طلبہ کا تفریحی مشغلہ بھی ہے۔ یعنی کبھی کبھی ان کو شہر کی گنجان آبادی سے باہر کسی وسیع سبزہ زار میں لیجا کر کھیلنے کودنے کا موقع دیا جاتا ہے، تاکہ ان کے دماغ کو سکون حاصل ہو۔ اس موقع پر بھی مہتمم صاحب مرحوم سینکڑوں روپے خرچ کر دیا کرتے تھے۔ سہ ماہی اور ششماہی تفریحوں کے علاوہ ایک سالانہ تفریح ہوتی ہے۔ جو موسم برسات میں خاص اہتمام سے منائی جاتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ سال میانصاحب نے اس سالانہ تفریح پر تقریباً دو سو روپے خرچ کر دیے تھے۔ اور اس سال کے متعلق آئندہ صفحات میں انشاءاللہ اسکا ذکر آئیگا۔

طلبہ کی صحت اور آرام کا خیال ان تمام جذبوں اور ولولوں کے ساتھ جو میانصاحب مرحوم کو علم کی خدمت اور دین کی تبلیغ کیلئے حاصل تھے۔ آپ کو یہ حقیقت بھی اچھی طرح معلوم تھی کہ جب تک انسان اپنے دماغ کو فرحت اور راحت نہ پہنچائیگا۔ اور اپنی صحت کو برقرار نہ رکھیگا، اسوقت تک اس کا علم نہ صحیح ہوگا اور نہ مفید، اسی لئے آپ طلبہ کی صحت کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ اور ان کو تندرست رکھنے اور آرام پہنچانے کی ہر ممکن صورت سوچتے رہتے۔ کبھی ان سے اتنی محنت و مشقت کے روادار نہیں ہوتے جس سے ان کی صحت پر برا اثر پڑے۔ یہانتک کہ امتحان کے زمانے میں بھی تاکید کیا کرتے کہ رات کو دس بجے سے زیادہ مت جاگو ورنہ بیمار ہو جاؤگے صحت خراب ہو جائیگی تو اس محنت سے کیا فائدہ اسی لئے آپ نے طلبہ کی دیکھ بھال کیلئے ایک مستقل ڈاکٹر مقرر کر دیا ہے۔ درسگاہوں میں بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ گرمیوں میں صرف صبح کے وقت تعلیم ہوتی ہے۔ جاڑے میں کمبل، لحاف، کوٹ، روئی دار بنڈیاں وغیرہ طلبہ کو دیجاتی ہیں۔ وضو اور غسل کیلئے گرم پانی تیار رہتا ہے۔ مدرسہ ہی کی طرف سے سب کو چارپائیاں، لالٹین اور تیل، کپڑے دھونے کیلئے صابون ملتا ہے۔ ایک حجام ملازم ہے جو ہر جمعرات کو آکر سب کی حجامتیں درست کرتا ہے۔ دو اور خادم ہیں جو مدرسہ کے دوسرے کام انجام دیتے ہیں۔

فیضانِ عام | میاںصاحب مرحوم کی عبادات مالیہ یا انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلے میں ابتک میں نے جو کچھ ذکر کیا ہے۔ اس کا تعلق مدرسہ اور وابستگان مدرسہ سے ہے، جس سے آپ پر یہ بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ مدرسہ رحمانیہ کتنی خوبی اور فیاضی کے ساتھ علم دین کی ٹھوس خدمتیں انجام دے رہا ہے۔ طالب علم کو تمام ضروریات سے مستغنی کرکے اس کو پورا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اندر اپنی محنت شوق اور دلچسپی سے بہترین لیاقت پیدا کرے۔ ایک علم کے شوقین طالب علم کیلئے اس سے بہتر اطمینان کی درسگاہ ہرگز نہیں ملسکتی جہاں تمام علوم وفنون کی جامعیت کے ساتھ تعلیم ہوتی ہو۔ اب میں مرحوم کے اس فیضان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق صرف مدرسہ ہی سے نہیں، بلکہ دوسرے مسلمانوں اور عام مخلوق خدا سے ہے۔ محترم مرحوم کے دردمند دل میں اسلام اور دین کی خدمت اور تبلیغ کا اتنا زبردست جذبہ تھا کہ وہ رات دن اپنی دولت اسی نیک راہ میں لٹا رہے تھے۔ اتنا بڑا عظیم الشان مدرسہ قائم کرنے اور اس کے تمام اخراجات کا بار تنہا اپنے کندھے پر رکھنے کے باوجود بھی آپ کو تسکین نہیں ہوتی تھی، اور عام مسلمانوں کی مذہب سے ناواقفیت کا آپ کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس تعلیمی سلسلہ کے علاوہ مبلغین کا بھی انتظام آپ نے کیا۔ مدرسہ میں ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ ہر جمعرات

مبلغین | کو مدرسہ کے کچھ طلبہ دہلی کے دیہاتوں میں بھیج دیے جاتے کہ وہ جمعہ کی نماز کسی دیہات میں جاکر پڑھیں، اور پھر خطبہ میں یا نماز کے بعد ان کو نہایت صفائی کے ساتھ آسان الفاظ میں اسلام کی صحیح تعلیمات بتائیں۔ ان کو حکم تھا کہ کسی جگہ نہ کھانا کھائیں اور نہ کسی سے کسی اور قسم کی امداد لیں، ان کو مدرسہ ہی سے کھانا دیدیا جاتا تھا، آمدورفت کا کرایہ بھی میاںصاحب ہی دیدیتے تھے۔ اس کا دیہاتوں میں بہت اچھا اثر ہوا، لوگ ان طلبہ کو بےغرض دیکھکر بڑی دلچسپی سے ان کی باتیں سنتے اور توجہ کرتے۔ اب بھی سندھ جیسے پیرپرست علاقے میں ایک پرجوش، باہمت نجدی عالم دورہ کررہے ہیں، اور برابر ان کو مدرسہ سے امداد پہنچ رہی ہے۔ انھوں نے سندھ میں بہت اچھا کام کیا ہے۔ ایک اچھی خاصی جماعت موحدین کی پیدا کرلی ہے اللہ ان کی مدد کرے اور میاںصاحب مرحوم کو اسکا ثواب پہنچاتا رہے۔ آمین

محدث | ہندوستان میں جہاں ہر قسم کے سیاسی اور ملکی، ادبی اور علمی اخبارات ورسالے جاری ہیں، وہاں مذہبی اور دینی پرچوں کی بھی کمی نہیں ہے، لیکن یہ سب کے سب قیمتی ہیں، اور ہندوستان جیسے غریب ملک میں عام طور پر لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے، یا بعض ایسے دقیق علمی مسائل سے بحث کرتے ہیں کہ عوام کے حق میں وہ کچھ بھی مفید نہیں اس لئے ضرورت تھی کہ ایک ایسا دینی رسالہ شائع کیا جائے جو ایک طرف تو بالکل مفت ہو، اور دوسری طرف اس کے مضامین نہایت آسان اور عام فہم ہوں، تاکہ معمولی لیاقت کے پڑھے لکھے مسلمان بھی اس سے فائدہ حاصل کرکے اپنے دین وایمان کی حفاظت کرسکیں۔ ظاہر ہے کہ دوسری صورت یعنی آسان مضامین کا شائع کرنا تو کوئی مشکل چیز نہیں ہاں پہلی چیز یعنی مفت شائع کرنا بےشک دشوار امر ہے۔ اس کیلئے بجز اس مرد خدا کے کون ہمت کرسکتا تھا، جس نے اپنی دولت ہی نہیں بلکہ اپنی زندگی بھی اللہ کے دین کی خدمت کیلئے وقف کررکھی تھی، چنانچہ میاںصاحب نے اس بار کو بھی اپنے ذمے لے لیا۔ اور مئی ۱۹۳۳ء مطابق محرم الحرام ۱۳۵۲ھ سے ایک خالص مذہبی ماہوار رسالہ جاری کردیا۔ اور اس کا چندہ صرف چار آنے محصولڈاک کیلئے مقرر کیا۔ پانچ سال ہوچکے کہ یہ رسالہ برابر ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو مدرسہ سے شائع ہورہا ہے

اس میں فرقہ وارانہ مذہبی اختلافات کا ذکر نہیں ہوتا۔ اور نہ کبھی کسی فرد یا جماعت کی دل آزاری کی جاتی ہے بلکہ عام اسلامی مسائل اور خالص اسلامی تعلیمات پر مضامین شائع ہوتے ہیں، تاریخ کے عبرت انگیز واقعات بھی ہوتے ہیں عام اصلاحی اور اقتصادی پہلو پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کو بہت سے دینی و دنیاوی خطرات سے آگاہ بھی کیا جاتا ہے ہندوستان کے علاوہ بیرونِ ہند میں بھی اس کی آواز پہنچ رہی ہے۔ اور الحمد للہ کہ دن بدن اس کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے۔

یہ بھی مرحوم کی ایک دینی وعلمی یادگار ہے جو خدا کرے روز افزوں ترقی کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے، آمین

دینی کتابوں کی اشاعت اس ماہوار رسالے کے علاوہ مذہبی، اخلاقی، اصلاحی چالیس حدیثوں کا ایک مجموعہ ترجمے کے ساتھ "اربعین رحمانی" کے نام سے تین حصے شائع کرائے۔ اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ جو شخص ان حدیثوں کو مع ترجمے کے اسی کے مطابق یاد کرکے، مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں سُنا دیگا اس کو مناسب انعام سے خوش کیا جائیگا۔ چنانچہ دہلی اور بیرونِ دہلی کے بہت سے لوگوں نے سنا سنا کر انعامات حاصل کئے۔ رفع الیدین (متنازع فیہ) کے متعلق ایک محققانہ کتاب جناب مولانا حافظ محمد صاحب گوندلانوالہ (پنجاب) نے "التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ" کے نام سے لکھی لیکن طباعت کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے خطرہ تھا کہ کہیں گوشۂ گمنامی میں نہ رہ جائے، اسلئے میانصاحب مرحوم نے اس دو سو صفحے کی لمبی کتاب کو بھی بذاتِ خود چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا مجموعہ الحزب المقبول نامی، اور تقویۃ الایمان تو بارہا چھپی اور ہزارہا کی تعداد میں ملک میں تقسیم ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ مطرق الحدید، میلاد مروجہ وغیرہ کتابیں بھی تقسیم کیں، قرآن مجید مترجم اور غیر مترجم تو ہزاروں اللہ کی راہ میں بانٹ دیئے۔

مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی کو "دین محمدی" اور "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات" کی اشاعت کے موقع پر تین تین سو روپے نقد مرحمت فرمائے +

تحفۃ الاحوذی کی تالیف میں اعانت صحاح ستہ کی مشہور اور معرکۃ الآرا کتاب "جامع ترمذی" کی شرح کا کام جودت سے افضل المتاخرین محقق عصر، محدث زماں حضرت العلامہ شیخنا و مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ بطور خود انجام دے رہے تھے۔ جب اخیر میں آپ مکفوف البصر ہوگئے تو حضرت میانصاحب مرحوم کو بہت تشویش ہوئی چنانچہ آپ نے اس اہم دینی خدمت کو انجام تک پہنچانے اور مولانا کا ہاتھ بٹانے کیلئے اپنے مدرسہ کے فاضل مدرس اور جید عالم جناب مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری (شیخ الحدیث) کو مولانا کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ مولانا کی خدمت میں دو سال رہے۔ اور آنجناب کو تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی کی تالیف میں بہت آرام پہنچایا۔ آپ کو جو تنخواہ مدرسہ میں درس وتدریس کے سلسلہ میں ملتی تھی وہی تنخواہ میانصاحب مرحوم آپ کو اس (دو سال کی) مدت میں ہر مہینے گھر پر بھیج دیا کرتے۔ اس طرح میانصاحب مرحوم نے اس بلند پایہ کتاب کی اشاعت میں بھی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، اور اس کے بدلے میں ان کی روح پُرفتوح کو اپنی گوناگوں رحمتوں سے نوازتا رہے۔ آمین

برف خانہ دہلی میں کئی ایک بڑے بڑے برف خانے ہیں لیکن وہ سب ہندوؤں کے ہیں ان کی عادت تھی کہ آپس میں اتفاق کرکے جس بھاؤ چاہتے بیچتے۔ خصوصاً جب رمضان مبارک گرمیوں میں پڑتا اسوقت تو یہ خوب ہی لوٹتے۔ رمضان کے دنوں میں بارہ بارہ آنے سیر تک ان ظالموں نے برف بیچی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ غریب تو بیچارے دہلی کی جھلسا دینے والی تپش میں بھی ٹھنڈے پانی کیلئے ترستے ہی رہتے۔ گو رمضان مبارک میں افطاری کے وقت میانصاحب مرحوم سلّیاں کی سلّیاں خرید کر مسجدوں میں بھجوا دیا کرتے، لیکن پھر بھی عام طور پر مسلمانوں کو تکلیف ہی تھی۔ بھلا میانصاحب مرحوم جیسا دردمند دل رکھنے والا باحوصلہ انسان غریبوں کی اس بے چینی کو کب برداشت کر سکتا تھا۔ آخر مدرسے کی عمارت کے سامنے ہی ایک لمبے چوڑے احاطے میں ایک زبردست مشین ولایت سے منگوا کر گڑوا ہی دی۔ سو رانفاق سے وہ انجن خراب نکلا اسکی جگہ دوسرا انجن منگوایا۔ اِدھر ہندو برف خانہ والوں نے در پردہ پوری سازش کی کہ یہ برف خانہ نہ چلنے پائے۔ الغرض آپ کو عمارت کی تعمیر مشینوں کی ادلا بدلی، مخالفین کی حوصلہ شکنی وغیرہ میں لاکھوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن اس شیر دل مرد خدا کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا۔ نہایت ہمت، حوصلہ اور استقلال کے ساتھ آخر اس مہم کو سر کر ہی لیا۔ اور جس سال مدرسہ کا افتتاح ہوا اسی سال سے برف خانہ بھی بحمداللہ چل پڑا، اور برابر چل رہا ہے۔

آج مرحوم ہی کی اس اولوالعزمی اور فیاضی کا نتیجہ ہے کہ دہلی میں پیسے کی سوا سیر اور ڈیڑھ سیر برف بک رہی ہے غریب سے غریب انسان بھی ایسا نہیں جسے گرم پانی پینا پڑتا ہو۔ شروع میں آپ کو اس ارزاں فروخت کی وجہ سے ہمیشہ ہزاروں روپے سالانہ کا نقصان بھی ہوتا رہا، مگر محض غریبوں کی خاطر آپ اس کو بھی برابر برداشت کرتے رہے۔ ہندو انگارو پر لوٹ رہے ہیں لیکن اس مرد میدان کے سامنے کیا پیش چلنی ہے۔ اب بھی اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے مرحوم کی مشین بند ہوجاتی ہے تو فوراً یہ ظالم بھاؤ گراں کردیتے ہیں۔ چنانچہ جس دن غریبوں کا یہ سرتاج، بیواؤں کا ہمدرد، یتیموں کا دوست اس دنیا سے کوچ کرجاتا ہے اور آپ کا برف خانہ اس ماتم میں بند ہوجاتا ہے، ۴۴ دنیا نے ایک بار پھر محسوس کیا کہ واقعی میانصاحبؒ خدائے رحمان کی ایک عطا تھے جس کو ربّ ذوالجلال نے جاہلوں کیلئے علم، گم کردہ راہوں کیلئے ہدایت، محتاجوں اور غریبوں کیلئے دولت، کمزوروں اور بیکسوں کیلئے سہارا، یتیموں اور بیواؤں کیلئے سرپرست، ننگوں کیلئے کپڑا، بھوکوں کیلئے کھانا، پیاسوں کیلئے صرف پانی ہی نہیں، بلکہ ٹھنڈا پانی بنا کر بھیجا تھا۔

الٰہی جسطرح مرحوم نے تیری دی ہوئی دولت سے دنیا کو سیراب کیا، تو بھی ان کو اپنی بھرپور رحمتوں سے مالا مال کردے آمین

نقدی اور پیسوں کی تقسیم میں نے عرض کردیا کہ مرحوم کی بے مثل فیاضی، علو ہمتی اور اولوالعزمی کی تفصیل دشوار امر ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ ایک طرف تو ہزار روپے ماہوار مستقل خرچ کا ایک عظیم الشان مدرسہ چلا رہے ہیں۔ رسالہ محدث اور دوسری دینی کتابوں کی اشاعت میں کافی رقمیں خرچ ہو رہی ہیں۔ جاڑوں میں کئی کئی سو لحاف اور کمبل وغیرہ لوگوں میں تقسیم ہو رہے ہیں، مبلغین اور بہت سے حاجتمندوں کو تنخواہیں جاری ہیں۔ دوسرے مدرسوں میں بھی چندے دیتے ہیں ان تمام مصارف کے ساتھ دوسری طرف یہ حال ہے کہ رومال میں روزانہ صبح کو گھر سے نکلتے ہوئے، کافی رقم باندھ لیتے اور دن بھر میں تقسیم کرکے شام تک رومال خالی کردیتے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ مدرسہ میں بیٹھے ہوتے اور بہت سی

غریب اور بے کس عورتیں، میلے کچیلے برقعوں میں آتیں، دروازے سے باہر اوٹ میں ایک طرف کھڑی ہوجاتیں، ساتھ میں چھوٹا سا بچہ ہوتا، اس کو میاں صاحب کے پاس بھیجدیتیں، میاں صاحب چپکے سے رومال کھولکر بچے کی مٹھی میں روپے دباکر واپس کردیتے۔ جامع مسجد پر جب شام کو ٹہلنے کیلئے جاتے تو بہت سے سفید پوش آکر سلام کرتے، ہم بظاہر ان کو کھاتا پیتا آدمی سمجھتے لیکن ایسا معلوم ہوتا کہ میاں صاحب ان کی حقیقت سے واقف ہیں، فوراً نہایت رازداری کے ساتھ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے اور نہ معلوم کیا کچھ دیدیتے۔ مدتوں یہ دستور رہا کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ شہر کے غریب بچوں میں پیسے تقسیم کرتے تھے۔ جب یہ دن آتا تو بچوں کا ایک جم غفیر مدرسہ کے سامنے آکر جمع ہوجاتا۔ اور تقریباً گیارہ بجے مرحوم کے آنے کے وقت ان کی موٹر کا ہارن سُنکر ایک شور برپا ہوجاتا بچے خوشی کے مارے اچھلے پڑتے۔ موٹر سے اتر کر پیسوں کی تھیلی ہاتھ میں لیکر خود آگے بڑھتے، اور ایک طرف سے سب کو بانٹنا شروع کردیتے۔ انتہا یہ ہے کہ وہ بچے جو کسی اسکول یا مدرسہ میں پڑھنے چلے جاتے اور عام تقسیم کے وقت نہ پہنچ سکتے تھے، ان کا حصہ الگ محفوظ رکھ دیتے اور جب شام کو چار بجے وہ تختیاں اور بستے بغل میں دباتے ہوئے مرحوم کے پاس آتے تو فوراً ان کے حصے کے پیسے ان کو دلوادیتے۔

عام دعوتیں اپنے مدرسہ کے طلبہ کی تقریباً ہر مہینے میں ایک مرتبہ ایک پرتکلف دعوت تو کرتے ہی تھے۔ اس کے علاوہ سال میں دو دعوتیں عام بھی کرتے۔ جامع مسجد دہلی کے قریب ایک محلہ "چتلی قبر" نامی ہے۔ وہاں دہلی کے پرانے باشندے آباد ہیں۔ اور یہ ان کی اولاد ہیں جن کے باپ دادانے اسلامی بادشاہی کا زمانہ دیکھا تھا۔ اور بڑی شان سے زندگی گذارے تھے۔ مگر اب بہت خستہ حال اور غریب ہیں۔ محترم مرحوم سال میں ان کی ایک مرتبہ بہت بڑی دعوت کرتے صبح کو دیگیں کھلتیں اور دوپہر تک برابر سلسلہ جاری رہتا۔ کئی ہزار آدمی اس روز خوب آسودہ ہوکر کھاتے اور مرحوم کو دعائیں دیتے ہوئے جاتے۔ اسی طرح باڑہ ہندوراؤ (جس محلہ میں مدرسہ ہے) کے غریبوں کی بھی ایک عام دعوت کرتے اس میں بھی صبح سے دوپہر تک ہزاروں بندگانِ خدا کو شکم سیر کیا جاتا۔

خدایا جس طرح اس مردِ سخی نے تیرے بندوں پر بے حساب دولت خرچ کی، تو بھی ان کو جنت میں بیحساب ہی داخل کردے اللّٰھم آمین

وفات یا حیات آہ! آخر قدرت کا یہ اٹل قانون کہ کائنات کا ذرہ ذرہ فانی ہے، یہاں بھی اپنا اثر دکھلائے بغیر نہ رہا۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۳۸ء کو آپ پر ہیضہ کا شدید حملہ ہوا۔ اور زندگی و موت کی کشمکش میں تقریباً آٹھ روز تک مبتلا رہ کر ۳۱ مئی و یکم جون ۱۹۳۸ء کی درمیانی شب میں طلبہ اور علماء سے محبت کرنیوالا، غریبوں اور بے کسوں سے ہمدردی کرنیوالا، بیواؤں اور یتیموں کی خدمتیں کرنیوالا، اللہ کا یہ نیک بندہ، اپنے رب کی طرف لوٹ گیا۔ اور یکم جون کو ہزاروں روتی ہوئی آنکھوں اور تڑپتے ہوئے دلوں نے مرحوم کے خاندانی قبرستان میں آپ کی نعش کو سپرد خاک کرتے ہوئے، اللہ کی یہ امانت اس کے حوالہ کردی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ مرحوم نے اللہ کے دین کی جو جو خدمتیں انجام دی ہیں اور آج مرنے کے بعد بھی رہتی دنیا تک کیلئے جو اپنی اسم یادگاریں چھوڑ گئے ہیں، وہ کبھی بھی مٹنے والی نہیں، پس ایسی موت درحقیقت موت نہیں بلکہ حیات، اور ابدی حیات ہے ؎

تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کے زندہ ہو ⁂ تمہاری خوبیاں زندہ تمہاری نیکیاں باقی